بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ توسل اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

سوال:

حضرت! میں نے مسئلہ توسل پر ایک پوسٹ لکھی تھی۔ کسی سلفی نے مجھے یہ حوالہ جات بھیجے تو میں پریشان ہوا کہ اس کو جواب کیا دوں؟ حوالہ جات یہ ہیں:

(1) قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ: لَا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ أَنْ يَدْعُوَ اللهَ إِلَّا بِهٖ وَالدُّعَاءُ الْمَأْذُوْنُ فِيْهِ الْمَأْمُوْرُ بِهٖ مَا اُسْتُفِيْدَ مِنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ أَسْمَائِهٖ﴾

(الدر المختار مع حاشیۃ رد المحتار: ج9ص653)

(2) قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ: يُكْرَهُ أَنْ يَقُوْلَ الدَّاعِيْ: "أَسْأَلُكَ بِحَقِّ فُلَانٍ أَوْ بِحَقِّ أَنْبِيَائِكَ وَرُسُلِكَ وَبِحَقِّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ."

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ص234، واتحاف السادۃ المتقین: ج2ص 285، شرح الفقہ الاکبر للقاری: ص198)

براہ مہربانی ان عبارات کا تسلی بخش مفہوم بیان فرما دیجیے۔

سائل: محمد ریحان، برما

جواب:

پہلی عبارت کا مفہوم

در مختار کی اس عبارت کا سیاق وسباق دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول عبارت کا توسل بالذات سے کوئی تعلق نہیں۔ اس عبارت میں ایک اور مسئلہ ذکر کیا گیا ہے جسے سلفی حضرات نے خوامخواہ توسل

بالذات کے ناجائز ہونے کی دلیل بنا لیا۔ تفصیل یہ ہے کہ صاحب در مختار علامہ علاء الدین محمد بن علی الحصکفی (م1088ھ) نے ایک مسئلہ بیان کیا کہ اگر کوئی شخص ان الفاظ سے دعا کرے کہ:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِمَعْقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ.

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے آپ کے عرش سے ملنے والے بندہائے عزت کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔

تو اس کا کیا حکم ہے؟ آیا ایسے الفاظ استعمال کرنا جائز ہے یا ممنوع ہے؟ تو صاحب در مختار نے دو قول ذکر کیے ہیں: ایک جواز کا اور دوسرا احتیاط کے پیشِ نظر منع کا اور راجح منع کے قول کو قرار دیا۔

جواز کی وجہ یہ ہے اس بارے میں ایک روایت منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِمَعْقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ وَمُنْتَهَى الرَّحْمَةِ مِنْ كِتَابِكَ وَبِاسْمِكَ الْأَعْظَمِ وَجَدِّكَ الْأَعْلٰى وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّةِ.

(رواہ البیہقی فی کتاب الدعوات. نصب الرایۃ للزیلعی: ج4 ص272)

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے آپ کے عرش سے ملنے والے بندہائے عزت، آپ کی کتاب کی حد درجہ رحمۃ، آپ کے اسم اعظم، اعلیٰ بزرگی اور کامل واکمل کلمات کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔

منع کی وجہ بیان کرتے ہوئے در مختار کے محشی علامہ ابن عابدین الشامی (م1252ھ) لکھتے ہیں:

وَإِنَّمَا كُرِهَ لِأَنَّهُ يُوهِمُ تَعَلُّقَ عِزِّهِ بِالْعَرْشِ وَالْعَرْشُ حَادِثٌ، وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ يَكُونُ حَادِثًا ضَرُورَةً وَاللهُ تَعَالٰى مُتَعَالٍ عَنْ تَعَلُّقِ عِزِّهِ بِالْحَادِثِ

سُبْحَانَهٗ، بَلْ عِزُّهٗ قَدِيمٌ لِأَنَّهٗ صِفَتُهٗ، وَجَمِيعُ صِفَاتِهٖ قَدِيمَةٌ قَائِمَةٌ بِذَاتِهٖ لَمْ يَزَلْ مَوْصُوفًا بِهَا فِي الْأَزَلِ، وَلَا يَزَالُ فِي الْأَبَدِ.

(الدر المختار مع رد المحتار: ج9 ص651)

ترجمہ: "بِمَعْقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ" کے الفاظ سے دعا کرنا اس لئے مکروہ ہے کہ اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عزت وبزرگی کا تعلق عرش کے ساتھ ہے، عرش چونکہ حادث ہے اس لئے جس چیز کا عرش کے ساتھ تعلق ہوگا وہ بھی ضرور حادث ہوگی (لہٰذا اس سے اللہ تعالیٰ کی عزت وبزرگی کا حادث ہونا لازم آئے گا) حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عزت وبزرگی کا تعلق حادث کے ساتھ نہیں ہے، اللہ کی بزرگی چونکہ صفت ہے اس لئے دیگر صفات کی طرح قدیم ہے اور ازل تا ابد اللہ تعالیٰ اس صفت کے ساتھ متصف ہے۔

چونکہ ان الفاظ "بِمَعْقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ" سے عزت باری تعالیٰ میں حدوث کا شائبہ ہوتا ہے اور یہ اثر بھی غیر ثابت ہے اس لئے احتیاط کے پیش نظر ان الفاظ سے دعا کرنا منع ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

قَدْ عَرَفْتَ أَنَّ هٰذَا الْأَثَرَ لَيْسَ بِثَابِتٍ، فَالْحَقُّ أَنَّ مِثْلَهٗ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُطْلَقَ إِلَّا بِنَصٍّ قَطْعِيٍّ أَوْ بِإِجْمَاعٍ قَوِيٍّ، وَكِلَاهُمَا مُنْتَفٍ فَالْوَجْهُ الْمَنْعُ.

(الدر المختار مع رد المحتار: ج9 ص653)

ترجمہ: یہ بات آپ جان چکے ہیں کہ یہ اثر ثابت نہیں ہے، اس لیے حق بات یہ ہے کہ اس طرح کے الفاظ اس وقت کہنے چاہییں جب یہ نصِ قطعی یا قوی اجماع سے ثابت ہوں اور یہاں یہ دونوں مفقود ہیں اس لئے کہنا منع ہے۔

بطورِ فائدہ یہ بات ملحوظ رہے کہ بعض حضرات نے "بِمَعْقِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرْشِكَ" کے الفاظ سے دعا کرنے کو جائز قرار دیا ہے اور اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ

"عز" کو عرش کی صفت قرار دیا جائے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا: "اے اللہ! میں آپ سے آپ کے عرش کے بندہائے عزت کے واسطے سے سوال کرتا ہوں۔" تو جس طرح عرش کو مجد و بزرگی کے ساتھ متصف کرنا جائز ہے اسی طرح "عز" کے ساتھ متصف کرنا بھی جائز ہے۔ تو جو خدشہ یعنی باری تعالیٰ کی عزت کا حادث ہونا پہلی توجیہ میں لازم آرہا تھا وہ یہاں نہیں ہے کیونکہ جب عزت اور بزرگی عرش کی صفت بن رہی ہے تو اس کے حدوث سے اللہ تعالیٰ کا حدوث ثابت نہیں ہوتا۔ اس لیے ان الفاظ کا استعمال جائز ہے..... لیکن ظاہر ہے کہ احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ ان الفاظ کو نہ ہی استعمال کیا جائے کیونکہ "عز" کا اولاً اطلاق جو ذہن میں آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عزت اور بزرگی ہے نہ کہ عرش کی عزّ۔ مزید تفصیل رد المحتار ج9 ص652 میں دیکھی جاسکتی ہے۔

تو علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کردہ اس مسئلہ کا خلاصہ یہ نکلا کہ دعا میں اللہ تعالیٰ کی وہ صفات اور اَسماء ذکر کیے جائیں جن سے حدوث باری تعالیٰ کا شبہ نہ ہوتا ہو۔ اسی ضمن میں علامہ حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ عبارت پیش کی ہے، چنانچہ فرمایا:

عَنْ أَبِي يُوسُفَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ: لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَدْعُوَ اللهَ إِلَّا بِهِ وَالدُّعَاءُ الْمَأْذُونُ فِيهِ الْمَأْمُورُ بِهِ مَا اسْتُفِيدَ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِي أَسْمَائِهٖ﴾

(الدر المختار مع حاشیۃ رد المحتار: ج9 ص653)

ترجمہ: امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا کہ کسی شخص کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات (اسی طرح صفات و دیگر اسماء۔ رد المحتار) کے علاوہ کسی اور طرح سے پکارے۔ اللہ تعالیٰ کو پکارنے کے

بارے میں جس مشروع طریقہ کا حکم دیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ماخوذ ہے: "وَلِلّٰہِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ أَسْمَائِهٖ" (اسماء حسنی یعنی اچھے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں، لہذا اس کو انہی ناموں سے پکارو! اور ان لوگوں کو چھوڑو جو اس کے ناموں میں ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں)

زیر بحث مسئلہ کو ذہن میں رکھ کر اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیں تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ توسل بالذات کا انکار نہیں فرما رہے بلکہ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو پکارنا ہو تو اس کی ذات وصفات اور اَسماء حسنہ کے ذریعے پکارا جائے، ایسے الفاظ سے نہ پکارا جائے جن سے اللہ تعالیٰ کے - معاذاللہ - حدوث کا شبہ ہوتا ہو۔ اس بات کی دلیل خود اسی عبارت میں موجود ہے کہ:

وَالدُّعَاءُ الْمَأْذُونُ فِيهِ الْمَأْمُورُ بِهِ مَا اسْتُفِيدَ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى: ﴿وَلِلّٰہِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ أَسْمَائِهٖ﴾

(الدر المختار مع حاشیۃ رد المحتار: ج9ص653)

کہ دعا کا جو مشروع طریقہ شریعت میں بتایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اچھے اچھے ناموں کے ساتھ پکارو، اسماء الٰہیہ میں کج روی اور تحریف نہ کرو.... مثلاً اللہ تعالیٰ کو "نور" کے بجائے ابیض (سفید) یا "شافی" کے بجائے طبیب نہ کہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے مخصوص ناموں کو غیر اللہ کے لئے استعمال نہ کرو مثلاً کسی انسان کو رحمٰن، رزاق، خالق، قدوس، غفار وغیرہ مت کہو۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات وصفات اور اسماء حسنیٰ کے ذریعے پکارا جائے، مہمل و غیر مناسب الفاظ سے نہ پکارا جائے اور نہ ہی ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ناموں کو غیر اللہ کے لئے استعمال کر کے کج روی اور تحریف کا ارتکاب کیا جائے۔

تو کہاں عبارت کا یہ مفہوم اور کہاں سلفی حضرات کا توسل بالذات کے رد پر استدلال کرنا؟!۔ کیا سلفیوں کے ہاں انصاف اسی کا نام ہے!

تنبیہ:

سلفی حضرات کے نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت "لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَدْعُوَ اللهَ إِلَّا بِهٖ" سے اگر توسل بالذات کے منع پر استدلال ہو سکتا ہے تو کیا باری تعالیٰ کے فرمان ﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِي أَسْمَائِهٖ﴾ سے توسل بالاعمال الصالحہ اور توسل بدعاء الرجل الصالح کے منع پر بھی استدلال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو پھر ہمارا ان سے سوال ہے کہ تم لوگ توسل بالاعمال الصالحہ اور توسل بدعاء الرجل الصالح کے قائل کیوں ہو؟ اور اگر نہیں ہو سکتا تو دونوں میں وجہ فرق کیا ہے؟!

دوسری عبارت کا مفہوم

پہلے یہ سمجھیں کہ معتزلہ وغیرہ کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر واجب اور ضروری ہے کہ بندوں کی نیکیوں پر انہیں ثواب اور ان کے گناہوں پر عذاب دے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا تو معتزلہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا عدل باقی نہیں رہے گا- معاذ اللہ- جبکہ اھل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق اور فاعل مختار ہے، جو چاہے کر سکتا ہے، اس پر کسی کا کوئی حق عائد نہیں ہوتا۔ ملا علی قاری (م1014ھ) اھل السنۃ والجماعۃ کا نظریہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَلَا يَجِبُ عَلَى اللهِ شَيْءٌ خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَةِ."

(مرقاۃ المصابیح شرح مشکوٰۃ المفاتیح: ج1 ص237 کتاب الایمان)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں بخلاف معتزلہ کے کہ وہ وجوب کے قائل ہیں۔

ہاں اگر اللہ رب العزت نے محض اپنے فضل و کرم اور ارادہ و اختیار سے جس حق کا وعدہ کیا ہے وہ بجا ہے، اس میں نہ تو کوئی کلام ہے اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی جبر ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ الْمُؤْمِنِينَ﴾

(سورۃ یونس:103)

ترجمہ: پھر ہم (اس عذاب سے) اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے تھے (جس طرح ان مؤمنین کو ہم نے نجات دی تھی) ہم اسی طرح سب ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں یہ (حسب وعدہ) ہمارے ذمہ ہے۔

ایک دوسرے مقام پر ہے:

﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (سورۃ الروم:47)

ترجمہ: اور ایمان والوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ تھا۔

حدیث مبارک میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: من قال حين يمسى رضيت بالله ربا وبالإسلام دينا وبمحمد نبيا كان حقا على الله أن يرضيه

(جامع الترمذی: ابواب الدعوات-باب الدعا اذا اصبح واذا امسیٰ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص شام کے وقت یہ دعا پڑھے: "رضيت بالله ربا وبالإسلام دينا وبمحمد نبيا" تو اللہ کے ذمہ ہے کہ اسے (قیامت کے دن) راضی کرے۔

تو اگر کوئی شخص "بحق فلان" کہے اور اس کا عقیدہ صحیح ہو کہ حق سے وہ حق مراد ہے جو بحسبِ وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر کسی کا عقیدہ غلط ہو اور وہ حق سے مراد یہ لے کہ اللہ تعالیٰ پر واجب اور

ضروری ہے تو اس لفظ کا استعمال یقیناً مکروہ ہو گا۔

اب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ: يُكْرَهُ أَنْ يَّقُوْلَ الدَّاعِي أَسْأَلُكَ بِحَقِّ فُلَانٍ أَوْ بِحَقِّ أَنْبِيَائِكَ وَرُسُلِكَ وَبِحَقِّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ.

(شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ص234، واتحاف السادۃ المتقین: ج2ص 285، شرح الفقہ الاکبر للقاری: ص198)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: دعا کرنے والے کے لیے یہ کہنا مکروہ ہے کہ ”اے پروردگار! میں تجھ سے فلاں کے حق یا تیرے انبیاء ورسل علیہم السلام، بیت الحرام اور مزدلفہ کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں۔“

اس عبارت میں جہاں ”بحق فلان“ کو مکروہ لکھا ہے وہاں حق سے مراد ”حقِ وجوبی اور جبری“ جو خالصتاً معتزلہ کا عقیدہ ہے۔ ہاں اگر حق سے مراد ”حق تفضلی“ ہو (جو اللہ تعالیٰ نے فضل واحسان کرتے ہوئے اپنے ذمہ لیا ہے) تو یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی مکروہ نہیں۔ چنانچہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت اتحاف السادۃ المتقین لسید محمد بن محمد الحسینی الزبیدی المعروف بمرتضیٰ اور شرح الفقہ الاکبر لملا علی القاری کے حوالے سے اس سلفی دوست نے پیش کی ہے اس کے آگے یہ بات وضاحت وصراحت کے ساتھ موجود ہے۔ افسوس کہ سلفی دوست کی ”دیانت“ نے اسے نقل نہ کرنے دیا۔ وہ عبارت یہ ہے:

اذ لیس لاحدٍ علی اللہ حق... واما ما ورد من قول الداعی: "اللھم انی اسئلك بحق السائلین علیك وبحق ممشای الیك" فالمراد بالحق الحرمۃ او الحق الذی وعدہ بمقتضی الرحمۃ.

(اتحاف السادۃ المتقین: ج2ص285، شرح الفقہ الاکبر: ص387، 388)

ترجمہ: (بحق فلاں کہنا مکروہ ہے) اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کسی کا کوئی حق عائد

نہیں ہوتا اور یہ جو حدیث میں دعا آئی ہے کہ "اے پروردگار! میں تجھ سے ان لوگوں کے حق کی بدولت سوال کرتا ہوں جو تجھ سے سوال کرتے ہیں اور تیری طرف اپنے چلنے کے حق کی بدولت سوال کرتا ہوں" تو اس حق سے "حرمت" مراد ہے یا وہ حق مراد ہے جو "بحسبِ رحمت" اللہ تعالیٰ نے وعدہ کے طور پر اپنے ذمہ لیا ہے۔

نوٹ:

اوپر والی عبارت میں جس روایت (اللهم انی اسئلك بحق السائلين عليك وبحق ممشای اليك) کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ان کتبِ حدیث میں موجود ہے:

(۱): سنن ابن ماجہ: ص57 ابواب المساجد والجماعات. باب المشی الی الصلاۃ

(۲): مسند احمد: ج10 ص68 رقم الحدیث 11099

(۳): مصنف ابن ابی شیبہ: ج15 ص107، 108 کتاب الدعاء، باب ما يدعو به الرجل اذا خرج من منزله

(۴): مسند ابن الجعد: ج1 ص299 رقم الحدیث 2031

(۵): عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ص76 رقم الحدیث 85

شیخ محمد عوامہ الحنفی حفظہ اللہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقد حسّن الحديثَ جماعة من الأئمة: الحافظ عبد الغنی المقدسی، أدخله فی جزئه "النصيحة فی الأدعية الصحيحة" وأبو الحسن المقدسی شيخ المنذری، نقل ذلك عنه فی "الترغيب" ۲: ۴۵۸- ۴۵۹ والدمياطی فی "المتجر الرابح"(۱۳۲۵) ولفظه: حسن إن شاء الله، والعراقی فی "تخريج الإحياء"۱: ۳۲۳، وابن حجر فی "نتائج الأفكار" ۱: ۲۷۲.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج15 ص107 تحت حدیث 29812)

ترجمہ: اس حدیث کو ائمہ کی ایک جماعت نے حسن قرار دیا ہے۔ چنانچہ حافظ عبد الغنی

مقدسی نے اپنے جزء "النصیحۃ فی الأدعیۃ الصحیحۃ" میں اسے ذکر کیا، علامہ منذری کے استاذ علامہ ابو الحسن المقدسی سے اس کی تصحیح "الترغیب والترھیب" میں منقول ہے، علامہ دمیاطی نے "المتجر الرابح" میں ان الفاظ سے تحسین کی کہ "یہ حدیث ان شاء اللہ حسن درجہ کی ہے"، علامہ عراقی نے "تخریج الاحیاء" میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے "نتائج الافکار" میں اس کی تحسین کی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک "بحق فلان" کہنا اس معنی میں مکروہ ہے جب حق سے مراد "حق وجوبی وجبری" ہو جو سراسر معتزلہ کا مسلک ہے، لیکن اگر حق بمعنی "حقِ تفضلی" اور "بحسبِ رحمت" ہو تو امام صاحب کے ہاں بھی جائز ہے جیسا کہ خود اسی عبارت میں حدیث مبارک کے حوالے سے یہ بات موجود ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

13-مارچ 2018ء